HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)

Home Page: http://habibiaislamicus.com

Approved by HEC in Y Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY

Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: www.habibia.edu.pk,

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

TOPIC:

THE IMPORTANCE AND ESSENTIALITY OF KHUTBA HAJTA-AL-WIDAA: AND THE CONCEPT OF MAN IN THE WEST

خطبہ حُجّتہ الوِداع کی جوہریت واساسیت:اور مغرب کا تصور انسان

AUTHORS:

1. *Dr. Muhammad Ali Junaid, Research Scholar. Visiting Faculty: Pakistan Studies University of Karachi Email ID: majunaid@live.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0003-1529-9407*

How to Cite: *Junaid, Muhammad Ali. 2023.“THE IMPORTANCE AND ESSENTIALITY OF KHUTBA HAJTA-AL-WIDAA: AND THE CONCEPT OF MAN IN THE WEST: خطبہ حُجّتہ الوِداع کی جوہریت و اساسیت:اور مغرب کا تصور انسان”. Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research) 7 (4):21-38.*

DOI: https://doi.org/10.47720/hi.2024.0704u02.

URL: https://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/300

Vol. 7, No.4 || October –December2023 || P. 21-38

Published online: 2023-12-30

QR. Code

THE IMPORTANCE AND ESSENTIALITY OF KHUTBA HAJTA-AL-WIDAA: AND THE CONCEPT OF MAN IN THE WEST

خطبہ حُجتہ الوِداع کی جوہریت و اساسیت: اور مغرب کا تصور انسان

Muhammad Ali Junaid,

ABSTRACT:
This article delves into the Islamic concept of Huqooq-al-Ibad, which pertains to the rights of mankind under Islamic Shariah law and canons. The author begins by exploring the modern idea of human rights that emerged in Europe after the Renaissance, along with the Western philosophy that shaped this principle. The author then proceeds to compare the Islamic theory of mankind as slaves of Allah with the Western theory of human rights created by men. The article cites Prophet Muhammad's (PBUH) last sermon, or Hajat-ul-Wada, as the basis for the Islamic concept of Huqooq–al–Ibad and Huqooq-e-Allah. Drawing from primary and secondary sources, the author presents a comprehensive argument for why the Western idea of human rights is at odds with the Islamic concept of the rights of mankind, (who are viewed as slaves and servants of Allah, the Creator.)

KEYWORDS: *Islam, Hujta al-Wada, Qur'an and Sunnah, Sharia, Western philosophy, Rights of Allah, Human rights, Democracy, Capitalism, Renaissance, West, Liberalism, Secularism.*

موجودہ صدی مغربی تہذیب و تمدن کی مادی رفعت و انتہا کی صدی سمجھی جاسکتی ہے، نشاۃ ثانیہ کی ابتدا جو علمی و تحریکی طور پر پندرہویں صدی کے اطالیہ کے رومانوی احیاپرستوں کے ہاتھوں وقوع پزیر ہوئی تھی، اس کی کوکھ سے جو تجارتی تمدن پروان چڑھا تھا، اسی نے بتدریج یورپ میں پھیل کر سترہویں صدی میں بین الیورپ نشاۃ ثانیہ کی شکل اختیار کرلی تھی، اور مابعد بلآخر اسی تمدن نے مغرب میں جاگیر داری نظام کی قبر کھودنی شروع کی تھی اور اس کے جانشین نظام کے طور پر بتدریج درمیانے طبقے کے تاجروں کو جدید سرمایہ دار کے ارتقائی روپ تک جا پہنچایا یوں سرمایہ دارانہ صنعتی معاشرہ نشاۃ ثانیہ کے تمدن کی کوکھ سے سفر کرتے کرتے عالمگیر گاوں کے سرمایہ دارانہ جمہوری تمدن کے روپ میں جامنقلب ہوا۔

ایک لحاظ سے سمجھیں اس تحریک کو عروج عیسائی پاپاوں اور اطالوی میڈیچی خاندان کی ادبی، اور فنی سرمایہ کاری کے سبب حاصل ہوا تھا۔ اس پوری بحث کا یہاں مقام نہیں ہے اس کی تفصیل کے لئے ول ڈیوارنٹ کی دس جلدوں پر مشتمل تہذیب کی کہانی کی جلد نشاۃ ثانیہ کو پڑھا جائے تو بہت سے عقدے کھلتے چلے جاینگے۔ بلحضوص اس امر کی نفی ہو جایگی کہ نشاہ ثانیہ کی ابتدا سولویں صدی میں نہیں بلکہ اس کی ابتدا تو سقوط قسطنطنیہ، اور سقوط غرناطہ کے سب ہوئی تھا۔ جہاں ایک طرف ۱۴۵۳ میں سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کیا تو دوسری طرف ۱۴۹۲ میں سقوط غرناطہ وقع پذیر ہوا تھا۔ اسی دوران ہم دیکھتے ہیں کہ یورپی طالع آزما بین الاقوامی سمندری تسخیرات میں تیزی لاچکے تھے چناچہ ۱۴۹۲ میں کرسٹو فر کولمبس نے لاطینی امریکہ دریافت کیا تو ۱۴۹۸ میں واسکوڈی گاما نے ہندوستان کا مختصر سمندری راستہ دریافت کرلیا تھا۔

یورپ سے مسلمانوں کی حکومت ختم کرنے کے بعد مغرب اب تسخیر، تدبیر، نو آبادیت اور تخلیقات میں مشغول ہو چکا تھا۔ رومن کیتھولک سلطنتیں زوال پذیر ہونے لگی تھی، راسخ العقیدہ یونانی عیسائی سلطنت کا راج سلطان محمد فاتح ختم کر چکا تھا، اب روس کے زار ان کے مذہبی جانشین بن چکے تھے، دوسری طرف ہنری ہشتم اور مارٹن لوتھر کے ذریعہ عیسائی پروٹسٹنٹ فرقہ نے اب یورپی شعور کی پرواز اس انتہا پر پہنچادی تھی کہ وہ عیسیٰ اور خدا کے وجودوں پر کلام کرنے لگے تھے۔ چرچ کی روحانی آسمانی سلطنت اور اس کا ریاستی تصوف متروک ہو تا جارہا تھا۔ اس ضمن میں رومن و یونانی ادبیات کی از سر نو جستجو نے فلورنس، وینس میں خاص لبرل سیکولر ماحول پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ خود پاپس کی اخلاقی حالت جس طرح تباہ حال ہوئی تھی اس کا ایک نمونہ بورجو اخاندان کی پاپایت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

شک اور سائنس اب مذہب بننے لگے تھے اور سائنسدان نبیوں اور ولیوں کے جانشین سمجھے جانے لگے تھے، انسانی انفرادیت، اس کی پسند ناپسند، لذت و کام اب قوانین و اصول کی بنیاد سمجھے جانے لگے تھے، عقل و شعور نے پہلے وجود باری تعالی پر ضرب لگائی تو دوسری طرف نبیوں و آسمانی کتابوں، وحی کی حقیقت و ماہیت پر سوال اٹھائے جانے لگے۔ پھر نشاۃ ثانیہ مارکس، ڈارون اور فرائیڈ کے ہاتھوں بیسویں صدی میں اس انتہا پر پہنچا اور صنعتی انقلاب اور یورپی استعماریت اسے اس نہج پر لے گئی کہ مارکس کو ہر حرکت طبقاتی حرکت نظر آنے لگی اور ہر سطح پر مالی مادیت فیصلہ کن امر سمجھی جانے لگی، ڈارون نے انسان کو بن مانس کی فرع سمجھنے کی منطق جھاڑی اور فرائیڈ نے جنس کو تعلقات کے تعین میں اہم کردار ادا کیا، جسے موجودہ صدی میں یوال نوح حریری اپنی کتب میں ہوموسیپین اور ہوموڈیوس کے درجہ پر لے آیا ہے۔

مغرب نے اول تو یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ انسان کو کیا سمجھا ہے اس کا تصور انسان بلا آخر کیا شہ ہے اور وہ انسانی حقوق سے کون سے حقوق مراد لیتا ہے؟، یہ موضوع اگرچہ ہماری وحی پر مبنی حقوق انسانی کی جوہریت سے متضاد محسوس ہوتا ہے مگر اس درجہ پر لوگوں کو لانے سے قبل اتنا خاکہ کھینچنا میں ضروری محسوس کرتا ہوں کہ مغرب اور مذہب کے تصور انسان میں آیا فرق کیا محسوس کیا جاسکتا ہے؟۔

سچ بات تو یہی ہے کہ لاکھ انکار کیا جائے مغرب درون خانہ اور کچھ حلقوں کی رو سے ظاہراً بھی مغرب انسان کو قایم بلذات، مقصود ارتقاو فطرت ایک خود مختار، بذاتِ خود معیار حق و باطل جانتا ہے، اس کی نگاہ میں اخلاق کا تعین مذہب سے کروانا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اس ضمن میں ریاست اور فرد اس کا تعین اپنی اشتہا، خواہش و ضرورت کے حساب سے کرتے ہیں۔ اس کے مقابل جہاں اجتماعیت پسندی اخلاقیات کی اقدار سازی کا فریضہ ریاست کو سونپتے نظر آتے ہیں،، تو وہیں انفرادیت پسند، اعتدال پسند، سیکولر، لبرل، جمہوری سرمایہ دارنہ نظام اس ضمن میں فرد کو معیار بنا کر کھیل کھیلتا ہے۔ یعنی ان کی نگاہ میں زنا و شراب خوری اچھے یا برے بلنفس نہیں ہوتے ہیں بلکہ بلمزاج و بلخواہش تغیرِ مزاج و خواہش کے ساتھ ہر پل متعین و غیر متعین ہوتے رہتے ہیں۔ اب جس کو زنا گناہ محسوس ہونے لگے تو یہ امر اس کی ذاتی پسند نا پسند پر منحصر ہے اور جس کو نیکی لگنے لگے تو یہ اس کی ذاتی رضاو آمادگی پر انحصار کرتا عمل و نقطہ نظر ہے۔ فرد و ریاست کو اس ضمن میں ان نیکی کے انفرادی تعینات میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے، مذہب ان کی نگاہ میں بنیادی فطری انتخاب میں سے ایک حق ہے آپ لباس کی طرح دن میں کئی دفعہ اپنا مذہب بدل سکتے ہیں، جب آپ کو ضرورت محسوس ہو آپ مذہب بدل لیں، مگر آپ اس کے برخلاف اپنی شہریت اتنی

تیزی و سرعت سے ملکی اصول و قوانین کے سبب نہیں بدل سکتے ہیں، انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ ۱۹۴۸ کی شرح وفسر کی رو سے اپ کو یہ حق حاصل ہے کہ آپ اس فطری انتخاب میں کسی معین مذہب کو پوجیں نا پوجیں اپنائیں یا نا اپنائیں اس کی آپ کو عالمگیر گاوں کے جمہوری سرمایہ دارانہ تمدن کی رو سے آزادی حاصل ہے۔ بھلے آپ خدا اوراس کے رسول و کتب کا انکار کر کے الحاد اختیار کریں، یا نا کریں مگر جدید ریاست، معاشرے اور کسی فرد واحد کو ان میں مداخلت کرنے کا کوئی حق جدید علم سیاست کے فلسفہ کی رو سے حاصل نہیں ہے۔

مغرب کا کہنا ہے کہ نشاۃ ثانیہ، اور انسانیت پسندی سے قبل کا انسان دور جہالت یا دور بربریت میں رہا کرتا تھا۔ مغربی تہذیب نے انسان کو خدا اور مذہب سے آزاد کرا کر انسان کی روپ میں اپنا دیوتا آپ بنالیا ہے۔ انسانیت پرستی کی انتہا امریکی فیڈرلسٹ پیپرز سے ہوتی ہوئی اقوام متحدہ کے ۱۹۴۸ کے انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلامیہ میں نظر آتی ہے۔ اس اعلامیہ کی تدوین میں اہم کردار امریکی صدر روز ویلٹ کی زوجہ ایلینا روزویلٹ نے ادا کیا تھا۔ مغرب تصور انسانی میں مذہب کی جگہ انسان اور فطرت کو اہم مقام حاصل ہے، اس ضمن میں سیاست ،حقوق و فطرت کو سمجھنے کے لئے معاہدہ عمرانی کے تینوں مفکرین ہابس، لاک اور روسو کی کتب کے مجموعی کلام کو سمجھنا مفید ثابت ہو گا۔ دیگر مذاہب کے یہاں اس ضمن میں کون سی جوہری اساسیتیں کارفرما ہیں ان کی تفصیل کا یہاں مقام نہیں ہے۔ چونکہ ہمارا موضوع تحقیق اسلام سے متعلقہ ہے جبھی ہمیں اس بحث کو اسی کے تناظر میں دیکھنے وپرکھنے کی ضرورت ہے جیسا کہ دیکھا جاسکتا ہے کہ دینِ اسلام کے دینی نظام میں اقتدار و حکومت کا منبع ذات باری تعالی ہے اور وہ بذریعہ وحی زمین پر اپنے سفیروں یعنی انبیا کرام کے ذریعہ انسانی اجتماع پر اپنا پیغام، حکم اور نصیحت اتارتا ہے، اس ضمن میں عقیدہ رسالت کی جوہریت واساس کو سمجھنے کی اشد ضرورت درکار ہے۔

قران وسنت کے مجموعی مزاج سے معلوم پڑتا ہے کہ اسلام کے حقوق کا دایرہ کار دو حصوں میں منقسم ملتا ہے:

۱۔ حقوق اللہ۔ ۲۔ حقوق العباد

آپ بس یوں سمجھ لیں کہ حقوق العباد مغرب کے حقوق انسانی کا اسلامی جواب ہے مگر اس جگہ فرق یہ واع ہوا ہے کہ مغربی تصور انسانی کی طرح انسانوں کے منتخب کردہ جمہوری سرمایہ دار نمایندے ان کو ایوانوں کے ذریعہ حقوق ادا کرتے نظر نہیں آتے ہیں بلکہ یہاں حقوق کا تعین واقرار اللہ کا پاس ہے جنہیں وہ اپنے سفیروں کو بذریعہ وحی تبلیغ بیان کرتا ہے۔ اسلام اللہ کے بغیر کسی حق واحکام کو تسلیم نہیں کرتا ہے جب کہ اس کے برخلاف مغربی جمہوری انسان وحی و مذہب کی جگہ یہ مقام سرمایہ دارانہ، جاگیر دارانہ منتخب نمایندوں کو عطا کرتا معلوم پڑتا ہے جو ان کی نمایندگی کرتے ہوئے سیاسی، معاشی، قانونی، اور مذہبی حقوق آئین و قانون کے ذریعہ تسلیم کرتے ہیں۔

ہمیں اسلام میں حقوق العباد پر بحث کرنے سے قبل یہ دیکھنا ہو گا کہ جن مفکرین وسیاستدانوں کے سبب انسانی حقوق کا فلسفہ و چلن عام ہوا۔ خود وہ اپنے سوا دوسروں کو کس نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ انھونے اپنے جمہوری سرمایہ دارانہ تمدن کے نام پر جو نسل کشی کی اس کے لئے خود ان کی لاکھوں کتب ہمیں بہت کچھ مواد فراہم کرتی نظر آتی ہیں، چناچہ اس ضمن میں مایکل مان کی کیمبرج یونیورسٹی پریس سے چھپنے والی کتاب: <u>دی ڈارک سایڈ آف ڈیموکریسی</u>، نوم چومسکی اور ماور واٹر سٹون کی کتاب: <u>سرمایہ دارایت کے نتایج</u>، چومسکی کی کتاب: <u>بدمعاش</u>

ریاستیں، سشی تھرور کی کتاب: ایک دور تاریکی، جیرڈ ڈایمنڈ کی کتاب: بندوق جراثیم اور فولاد، جان پرکنز کی کتاب: ایک معاشی غارت گر کی کہانی دیکھی جاسکتی ہیں۔ ان کتب اور ہزاروں کتب کے مجموعہ کلام سے معلوم ہوگا کہ کل انسانی تاریخ میں صدیوں میں اتنی لاشیں نہیں گری ہیں جتنی جمہوری ریاستوں اور انسانی حقوق کے فلسفہ کی بات کرنے والی ریاستوں نے گزشتہ چار پانچ سو سالوں میں گرائی ہیں اس ضمن میں میرا مقالہ: **نبی اکرم ﷺ جنگ وامن** میں دیکھا جاسکتا ہے کہ اسلامی ریاست اپنے قیام کے دوران صرف چند سولاشیں محاذ آرائی میں گرتا دیکھ چکی تھی جبکہ اگر ہم ملکہ الزبیتھ دویم کی سولویں صدی کی سلطنت سے انقلاب امریکہ انقلاب فرانس، انقلابِ روس، جنگ عظیم اول دویم اور سرد جنگ، کے بعد سے تاحال دنیا کو دیکھیں تو اقوام کی باہمی تگ و دو، انقلابوں اور تحریکوں میں اربوں انسان ہلاک ہو چکے ہیں۔ صرف جنگ عظیم اول و دویم کے دوران کے عرصہ میں دس کروڑ لوگ ہلاک اور زخمی ہو چکے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ۲۰۲۴ کی اسرائیل کے ہاتھوں غزہ کے معصوم لوگوں کی نسل کشی میں پچاس ہزار کے قریب افراد شہید اور لاکھوں زخمی اور بے گھر ہو چکے ہیں۔

اب ہم ذرا ان عظیم دماغوں کے غیر مغربی انسانوں کی بابت تاثرات وخیالات ذیل میں پیش کریں گے جن کے بغیر اہل مغرب اور مغرب نواز مشرقین کی تحریریں کوری سمجھی جاتی ہیں۔ یہ تاثرات عیاں کردیں گے کہ مغربی تہذیب درون خانہ مشرق و غیر مغرب کے انسان کو جوہری طور پر کس نگاہ اور معیار کا انسان سمجھتے ہیں۔ اگر آپ ان تاثرات پر بادی النظر میں بھی غور کرلیں تو معلوم کرلیں گے کہ مغرب مذہب پرستوں اور قدامت پرستوں کو آخر کار کیا سمجھتا ہے۔

اہل مغرب کی نگاہ میں غیر مغربی افراد کا مقام:

ایمو یئل کانٹ کے نام سے کون واقف نہیں ہوگا اس جرمن مفکر کے تذکرے کے بغیر تو کل مغربی فلسفہ ناکافی محسوس ہوتا ہے۔ اس کی کتاب: تنقید عقل محض آزادی فکر اور الحاد و تشکیک کی پیامبر سمجھی جاتی ہے اور مذہب و خدا کے وجود پر سوالات کھڑی کردیتی ہے۔ وہ مابعد الطبیعاتی تناظر میں وجود باری تعالی کے لئے پیش کردہ تمام دلایل پرخچہ اڑا کر اختم کردیتا ہے۔ مگر جب وہ خدا کے بغیر اخلاق عامہ کا تغیر و زوال دیکھتا ہے تو خدا و مذہب کو ضرور تاًضروری قرار دیتا ہے۔ یعنی مذہب و خدا کو معقولات کے دایرے سے نکال جذبات، وضروریات کے دایرہ کار میں ڈال دیتا ہے۔ اس کی یہ پیچیدہ کتاب جو فلسفہ کی معراج جانی جاتی ہے، کے بعد اس کا مقالہ: روشن خیالی کیا ہے؟ دیکھنا آزاد خیال روشن مزاج فکر کو سمجھنے کے لئے ناگزیر شہ ہے اور یہ مقالہ اس کی مشکل وبھاری کتاب کے مقابل اختصار و جامعیت کے تناظر میں پڑھنے کی شہ ہے۔ اس میں وہ کہتا ہے تم اس وقت تک روشن خیال نہیں ہوسکتے ہو جب تک خدا، ڈاکٹر اور پادری کا انکار نا کردو، آگے چل کر کہتا ہے کہ بادشاہ (سیزر) بھی گرامر یا نحو کے قوانین سے بلند نہیں ہے۔ یعنی موصوف کسی فرد کو اس وقت تک روشن خیال معقولی، فرد ماننے کو تیار نہیں ہیں جب تک کہ وہ کسی خارجی معیار اور اتھارٹی کا انکار نا کردے۔ یہ صاحب عورتوں کی جگہ امردپسندی کے مداح تھے، موجودہ دور کا مشہور بشریاتی فکری مفکر یوال حریری بھی امرد پسند فرد ہے۔

کانٹ کا ماننا ہے کہ: کالے سرے سے انسان نہیں ہوتے ہیں کیونکہ یہ جنگل یا لکڑی کے گھروں میں معاشرے سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ لاک: جو معاہدہ عمرانی، انسانی حقوق، جمہوریت اور معقولیت پسند فکر کا بڑا فکری نام سمجھا جاتا ہے وہی کہا کرتا تھا کہ بھینس اور مقامی قدیم سرخ ہندیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی طرح مارکس: جیسا فرد جو غریبوں کے دکھوں میں گھل گھل کر مرا جارہا تھا وہ بھی سرخ ہندیوں کو بنا تاریخ کا گروہ سمجھتا ہے، یعنی جس گروہ میں جاگیرداری و سرمایہ دارانہ معاشرت نا ہو وہ بورژوا کے خلاف پرولتاری انقلاب لانے کا اہل نہیں ہے اور وہاں اشتمالیت کی بالیدگی و نمو ممکن نہیں ہے لہذا ان بن تاریخ کے انسان کا قتل جائز ہے۔ ہمارے امریکہ کے بانی جارج واشنگٹن صاحب: ان سرخ ہندیوں کو انسانی لباس میں بھیڑیا کہا کرتے تھے۔ جب ہیوم: نے ایک کالے کو گورے سے عالمانہ گفتگو کرتے سنا تو ہکا بکارہ گیا کہ کیسے کوئی کالا ایسی معقولی گفتگو کر سکتا ہے۔

غیر یورپی اقوام کے قتل عام کی اصل بنیاد رومن کیتھولک عقیدے کے حامل ملک اسپین نے رکھی تھی جن کے ساتھ پرتگالی بھی پیش پیش تھے۔ کولمبس اور اس کے جانشینوں نے جس طرح دھوکہ جبر و ظلم سے سرخ چینیوں کو کل لاطینی امریکہ سے شمال امریکہ تک قتل عام کیا اس کی تصویر کشی جیرڈ ڈایمنڈ: نے اپنی کتاب بندوق، جراثیم اور فولاد میں پیش کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان حملہ آوروں اور تسخیر کاروں کی آمد سے قبل ڈیڑھ کروڑ سرخ ہندی ان علاقوں میں بستے تھے، ان نوواردوں نے ستر سے سو سالوں میں حملوں، سزاوں، لوٹ مار اور بیماریوں اور جراثیموں کے پھیلاو سے ان کی آبادی بجائے پانچ کرور تک پھیلانے کے ان کی آبادی بیس لاکھ تک پہنچادی، ہر اقوام یورپ نے ہر اس جرنل کو سیاسی رہنما کو جسے اقوام عالم کے قتل کا تجربہ تھا انتظامی و حکومتی عہدوں سے نوازا، جیسا کہ اسکاٹ لینڈ میں قتل عام کرنے والے لارڈ کمبر لینڈ کو کیلٹک نسل کشی کے بعد امریکہ قتل عام کے لئے بھیجا گیا، جارج واشنگٹن اور اتحادی سے شکست کھانے والے کرنل کارنوالس کو ہندوستان کا وایسرائے بنا کر بھیجا گیا، انہی صاحب کے سبب میسور اور ٹیپو سلطان کا زوال ممکن ہوا۔ اسی طرح جارج واشنگٹن، اینڈریو جیکسن سے ابراہم لنکن کے نزدیک انسان سے مراد امریکہ میں بستا گورا روشن خیال انسان تھا، باقی سب مخالفین یا تو کالے غلام تھے یا پھر سرخ ہندی وحشی انسان کے روپ میں بھیڑئے تھے۔[1]

پروفیسر فرانسیسکو دی ویٹوارا جو سولویں صدی کا ماہر الھیات تھا اس نے سرخ ہندیوں کے قتل کا جواز یوں پیش کیا تھا کہ: "جہاں تک سرخ ہندیوں کا معاملہ ہے تو یہ لوگ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ اپنا نظم و نسق خود سنبھال سکیں یا حکومت جیسا ادارہ چلا سکیں، یہ گروہ پاگل وحشیوں سے بھی بدتر ہے، اور دیکھا گیا ہے کہ ان کی غذا بھی وحشی درندوں سے بہتر نہیں ہے، بلکہ ان کی بے وقوفیت اور کم عقلیت پاگلوں اور دوسری قوموں کے بچوں سے بھی آگے کی شہ ہے۔"[2]

اگر میں صرف ان تفصیلات کا ذکر کرنے بیٹھ جاوں جو مغرب کی نگاہ غیر مغربی انسان سے متعلق ہے تو اصل تفصیل و محور سے ہٹ جاوں گا اور ناہی میرے پاس اتنی جگہ و مقام حاصل ہے۔ لہذا ہم اصل موضوع یعنی خطبہ حجتہ الوداع کی طرف پلٹتے ہیں جس سے بخوبی معلوم ہو جایگا کہ اسلام کا تصور انسانیت اور مغرب کا تصور انسانیت کن اسباب سے الگ الگ ہے۔

اسلام کا تصورِ بشر:

یہ تو ہم اور بتا چکے ہیں کہ مغرب کا انسان ایک بوزنے کی فرع سمجھا جاتا ہے، جو بتدریج تغیر و ارتقا سے منازل طے کرتے کرتے موجودہ حیاتیاتی ہیت پر باشعور طور پر پہنچا ہے، ہوموٹیندرتھال اور سیدھی کمر والے ہوموار یکٹس جس کی کمر وہیت تو چھوٹی تھی مگر ہوموسیپین [1] تک یہ انسان موجودہ انسان سے ملتی جلتی اولین پروٹوٹایپ ہیت اختیار کرنے لگا تھا مغرب اس قسم کو دولاکھ اسی ہزار سے تین لاکھ سال پرانا قیاس کرتا ہے۔[23]

یہ انس یا جدید انسان ہوموفرع سے تعلق رکھتا ہے، بہت سے لوگ ہیومن یا ہیومن بینگ سے مراد انسان اور انسانیت بلترتیب لیتے ہیں، مغربی مفکرین کی رو سے ستر ہویں صدی سے قبل اگرچہ انسان تو ضرور موجود تھا، مگر روشن خیال، لبرل سیکولر، خود کو معیارِ حق و باطل بنانے والا قایم بلذات خود مختار اپنی تقدیر کا مالک بشر ستر ہویں صدی میں نشاۃ ثانیہ کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس بابت زیادہ تر فرانسیسی مفکر مشل فوکو کے قول کو دلیل و حجت بنایا جاتا ہے۔[4]

اس فکر کے مشرقی ناقدین کی رو سے انگریزی اصطلاح مین کائنڈ [3] بمعنی خدا کی مخلوق کو انسانیت پسند الحادی فطری تصور ہیومن ازم یا ہیومینیٹی [4] سے اسے بدل دیا گیا ہے۔[5]

ہم دیکھتے ہیں دین اسلام کی رو سے مسلمان یا انسان کوئی خود سے تخلیق پانے والی بنا کسی خدا کے حکم سے پیدا ہونے والی مخلوق نہیں ہے بلکہ یہ مخلوق خداوند بزرگ و برتر یعنی اللہ رب العالمین نے خلق کی تھی جس کا موسس آدمؑ تھے اور کل انسانی نسل آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ اور ان کی مخصوص شناخت عبد کے نام سے یعنی خدا کا بندہ اور غلام کی صورت میں کی جاتی ہے چناچہ عبد اللہ سے مراد اللہ کا بندہ لیا جاتا ہے۔ اور مسلم فقہا کے نزدیک مسلمان کا نام عبد اللہ رکھنا قابل فخر تصور کیا جاتا ہے۔[6]

قرآن حکیم میں انسان کو **الانسان** اور بشر کہا گیا ہے۔ بلکہ قرآن کی ایک صورت کا نام بھی الانسان ملتا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے کہ:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے خلاصے سے [7]

لوگوں کے لئے قرآن لفظ الناس استعمال کرتا ہے اور ایک سورۃ کا نام بھی سورہ الناس جمع کے معنی میں آیا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے کہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَ تْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

---

[1] اس ضمن میں یوال نوح حراری کی کتب ہوموسیپین اور ہوموڈیوس دیکھی جائیں۔ مج

[3] mankind
[4] humanity-

"اے لوگو! ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک مرد اور ایک عورت سے اور ہم نے تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناً تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے ہاں وہ ہے جو تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا ہر چیز سے باخبر ہے۔"[8]

اگر اس آیت مبارکہ پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہو جائے گا اسلامی نقطہ نظر سے نا تو انسان جبر کا شکار ہے جیسا کہ جبریہ کا قول ہے اور نا ہی اپنے اعمال و تقدیر میں اتنا خود مختار ہے جیسا کہ قدریہ اور معتزلہ کے کچھ گروہوں کا موقف ہے، بلکہ انسان اللہ و رسول کی بیان کردہ حکمت کی روسے ایک ہی ماں باپ کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں جو کسی بوزنے کی نسل سے تعلق نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ ڈارون اور کچھ ارتقا پرستوں کا قیاس ہے۔

اسی طرح قران میں لفظ بشر بمعنی انسان بھی وارد ہوا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا

"اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا پھر اس کے لیے رشتہ نسب اور دامادی قائم کیا، اور تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے"۔[9]

اب ہمیں وہ مقصد وحید دیکھنا باقی ہے جس کی روسے جانچنا ہے کہ آیا انسان کی تخلیق کا سبب وعلت کیا تھی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ: وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں[10]"

لہذا اس کل بحث و حوالوں سے صاف معلوم کی جاسکتا ہے کہ انسان اس عالم و کائنات میں از خود بنا کسی خالق کے خود بہ خود حیاتیاتی ارتقا سے کسی ربوبی ہدایت و حکم کے بغیر وجود میں نہیں آیا ہے۔ بلکہ اس کی تخلیق ایک ربوبی ارادہ و مشیت باری تعالی سے ہوئی ہے اور انسان کو اللہ نے صرف اس لئے خلق کیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، یہاں عبادت سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکواۃ اور جھاد ادا کر کے فراغت حاصل کی جائے بلکہ اس لفظ عبادت میں کل امر بلمعروف شامل ہیں جن کا شریعت نے حکم دیا ہے پر عمل کرنا مراد ہے۔ اور ساتھ ساتھ نہی من المنکر یعنی جن منوع حرام امور جن کو انگریزی میں کچھ لوگ ٹیبوز بھی ترجمہ کرتے ہیں سے منع کیا گیا ہے مراد ہیں۔ ان حقوق العباد اور امر المعروف اور نہی المنکر کا ماجرا دس ہجری میں نبی اکرم ﷺ کے آخری حج یعنی حجۃ الوداع میں پاسکتے ہیں جو احادیث کی کتب میں کتاب الحج میں سند او متناً مختلیف اسناد سے ٹکڑوں ممیں روایت کیا گیا ہے، اس کے علاوہ بھی اس بابت روایتیں فیگر احادیث کی ابواب و کتب میں بھی ڈھونڈ ھنے سے مل جاتی ہیں چناچہ اس تحقیق میں ان حقوق العباد یا معروف آسانی کے لئے حقوق انسانی کا ماجرا نبی اکرم ﷺ کے احکامات کی روشنی میں ذیل میں بیان کیا جایگا:

چناچہ ہم دیکھ سکتے ہیں اللہ رب العالمین انسانوں میں اپنے خلیفہ وقت، انبیا الملوک، غیر الملوک، اور رسل الملوک سب کو اپنا بندہ یا عبد قرار دیتا ہے، لہذا جب انسانی اجتماع و نسل کے اعلی، اشرف، عظیم ترین ذواتِ قدسیہ کو جب ہم سب کا خالق عبد قرار دیتا ہے۔ تو ہم عامتہ

الناس اس ضمن میں کس کھیت کی مولی ہیں۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ قران میں بہت سے انبیا کا کلام بیان ہوا ہے جو خود انی عبد اللہ کہتے ملتے ہیں:

جیسا کہ سورہ مریم میں عیسیٰؑ کہتے ملتے ہیں کہ:قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِؕ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا

کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔[11]

اسی طرح خاتم النبین محمد مصطفی فخر عالم کی بابت آیت ملتی ہے کہ:وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ کَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا

اور جب اللہ کا بندہ (نبی) اس کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر جمگھٹا کرنے لگتے ہیں۔[12]

لفظ عباد عبد کی جمع ہے اس کا بھی استعمال قران میں ملتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

"اور بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضاجوئی کے لیے اپنی جان بھی بیچ دیتے ہیں، اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے"۔[13]

اس پوری بحث سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے انسان اللہ کی تخلیق کردہ اس کی غلام یا عبد مخلوق کا نام ہے جس کو حکم، ہدایت اور حقوق فراہم کرنے کا صیغہ مطلق طور پر اللہ رب العالمین کو حاصل ہے اور زمین پر اس کی حجت اس کے خلفا یا سفیر انبیا کرام ہوتے ہیں ۔لہذا اسلام کی رو سے انسانوں کے تسلیم کردہ سیاسی معاشرتی حقوق اور اللہ کے عطا کردہ حقوق میں بلنفس فرق واقع ہوا ہے۔اسلام میں انسان اور اس کے نمایندہ افراد وادارے انسان کو اس کی رضا وخواہش کے حساب ومطالبہ پر حقوق دینے کے مجاز نہیں ہوتے ہیں بلکہ حقوق العباد وہ انسانوں کے لئے تسلیم کردہ حقوق ہیں جو بذریعہ وحی اللہ رب العالمیں تسلیم کرتا ہے اور عطا کرتا ہے اور جس کا اعلان اس کے انبیا کرام دنیا میں کرتے چلے آئے ہیں اور خطبہ حجتہ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے ایسے تمام حقوق کی وضاحت فرمادی ہے۔

حجتہ الوداع اور حقوق العباد:

حجتہ الوداع وہ معروف نبی اکرم ﷺ کا دیا گیا خطبہ ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے اسلامی احکام وقوانین کی تکمیل کی تھی اور اس میں ان حقوق کا ذکر ہے جو اسلام مسلمانوں کے لئے بلخصوص اور کل بنی نوع انسانی کے لئے بلعموم تسلیم کرتا ہے یہ خطبہ دس ہجری میں مکہ میں حج کے موقع پر دیا گیا تھا۔ جہاں تک لفظ حق کا تعلق ہے تو واضح ہو کہ یہ واحد ہے اور حقوق اس کی جمع ہے۔

عالم انسانیت کی تاریخ میں جو مقام نبی اکرم ﷺ خاتم الانبین محمد مصطفی ﷺ کے ذی الحج ۱۰ ہجری کو حاصل ہے اس کا بھلے کوئی غیر مسلم کتنا ہی انکار کیوں نا کرتا پھرے مگر یہ خطبہ ایک مسلمان کو اتنا سکون، اطمینان اور تفخر ضرور عطا کرتا ہے کہ اسے کسی اور قانون کی طرف دیکھنے سے بچا لیتا ہے یعنہ کہ یہ خطبہ مسلمانوں کو حقوق کے ضمن میں خود مکتفی کر دیتا ہے کیونکہ جب دنیا قتل وخون، شرک، کفر و بدعات میں ڈوبی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے ۱۹۴۸ کے انسانی حقوق کے اعلامیہ اور میگنا کارٹا سے صدیوں قبل حقوق العباد کو اس سطح پر پہنچا دیا تھا جہاں سے ایک حرف زیادہ کارنامہ موجودہ سیاسی حقوقی پس منظر تا حال پیش نہیں کر سکا ہے۔

بلکہ جس انضباط اور اصول کے دایرہ کار کی پیروی یہ اعلامیہ کرتا نظر آتا ہے اتنا ہی منفی تاثر اخلاقی فکری پسِ منظر کے تناظر میں انسانی حقوق کا اعلامیہ نراجت و مذہبی تشکیکیت پیدا کر کے پیش کرتا نظر آتا ہے۔ خیر یہ وہ سال تھا جب تک بہ حیثیتِ مجموعی غزوات و سرایہ کی مہمات مدھم و سست ہو چکی تھیں، ملکی طور پر درون خانہ کل جزیرۃ العرب دایرہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ اور ایک باضابطہ حکومت الہیہ رسل الملوک کے زیر سایہ قایم ہو چکی تھی۔ سورہ مایدہ کی آیت تین کے نزول کے ساتھ ہی قرانی وحی کے ذریعہ تکمیلِ شریعت و دین کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ اصول دین اور فروع دین اپنی حتمی کامل شکل اختیار کر چکے تھے۔ جیسا کہ سورہ النصر میں واضح طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ:

”جب اللہ کی مدد آ پہنچی تو تم نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو تم اللہ کی حمد و تسبیح کرو اور استغفار کرو کیونکہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔“[14]

یاد رکھیں کہ اسلام میں انسانی حقوق کا وہ تصور اور نظریہ تسلیم نہیں کیا جاتا ہے جیسا کہ مغرب میں پایا جاتا ہے، اور جس پر موجودہ جمہوری سرمایہ دارانہ دنیا کا اعتقاد اور ایمان پایا جاتا ہے جیسا کہ مغرب کے بڑے دماغوں جان لاک اور کانٹ کا دعوی تھا کہ انسان ہی قایم بلذات حقوق و اختیار کا منبع و مصدر ہے کاینات میں اسی کو مرکزی مقام و حقوق حاصل ہیں اور اس ضمن میں اسے فطری طور پر کسی خارجی ان دیکھی قوت کی ضرورت نہیں ہے، انسان خارج میں کسی سمت دیکھنے کی جگہ خود پر نظر ڈالے، تمام حقوق اسے وہیں سے پھوٹتے ملیں گے۔

اسی قسم کی باتیں نراجیت پسندوں، تشکیکیت پسندوں، اشتمالیوں، ارتقا پسندوں، ثبوتیت پسندوں، اور موجودیت پسندی میں بھی پائی جاتی ہیں، لاک کی گفتگو میں تو کہیں نا کہیں خیر خدا کا کچھ نا احترام محدود پیرائے میں مل جاتا ہے مگر کانٹ کی مابعد الطبیاتی تخریب اس ضمن میں بہت تباہ کن ثابت ہوئی ہے، جیسا کہ دیکھا جا سکتا ہے کانٹ نے تو عالمگیریت کے پھیلاو اور عالمی حکومت کی بات کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق و قانون کے ماخذ کے طور پر انسانی خواہش، ارادہ اور رضا کو بنیادی اہمیت عطا کی تھی۔ مطلب اس کی رو سے اخلاقی اقدار غیر اقداری معیار کی حامل ہیں اس قسم کی اقدار کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ کسی الوہی وحی پر مبنی قوانین و حکم کی بنیاد پر نہیں ہو گا بلکہ انفراد ذات اور انفرادی خواہش و لذت پر ہو گا۔ ہر فرد کی اپنی اپنی ذاتی شخصی رضا، خواہش، نیکی و بدی ہو گی معاشرہ و ریاست اس کر اس ضمن میں ہدایت دینے کا اہل تصور نہیں ہو گا۔ اس ضمن میں وہ اشتمالیت پسندوں، لینن، ماو، ہیگل اور ہیبر ماس کی اجتماعیت سے مذہبی ملت پسندی کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں۔ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ اسلام میں تصور انسانی حقوق نہیں پایا جاتا ہے بلکہ تصور حقوق العباد پایا جاتا ہے جو فرد سے فرد کے معاملات و تعلقات کا تعین کرتا ہے۔

جبکہ حقوق اللہ اللہ رب العالمین کے وہ شرعی حقوق ہیں جو انسان کو بطور عبد اور عبد اللہ ادا کرنے ہوتے ہیں، شرعی نظام کی رو سے اللہ اپنے حقوق اپنی رضا سے معاف کر سکتا ہے مگر اس نے ایک نظام اور حکم مکلفین کے لئے نافذ کیا ہوا ہے جو غیر متغیر اور ہمہ گیر ہے جس کی رو سے انسان کو دوسرے انسانوں کے حقوق بھی ویسے ہی تسلیم کرنے پڑتے ہیں جیسے وہ اس کے تسلیم کرتے ہیں اور یہ حقوق انسان انسان کو

سمجھا جاتا ہے بلکہ انسانوں کے باہمی حقوق کی خلاف ورزی پر دنیا و آخرت دونوں میں سزا دی جائیگی چہ جایکہ کے انسان باہم ان کی خلاف ورزی کرنے والے کو خود معاف کر دے۔

جبکہ مغربی انسانی قدر نامہ اس نقطہ نظر سے کامل مختلیف مقام پر کھڑا نظر آتا ہے، وہ اپنی اقدار انفرادی طور پر خود متعین کرتا ہے یا اجتماعی طور پر اس کے منتخب افراد و ادارے اس فریضہ کو ان کی نیابت میں سرانجام دیتے ملتے ہیں۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کر دیا گیا ہے کہ مغربی فکر کی رو سے انسان ایک مادی، فطری، ارتقائی حیاتیاتی مخلوق و مشین کا نام ہے، جبکہ اس کے اور دیگر خود سے تخلیق ہونے والی موجودات میں جو بنیادی فرق پایا جاتا ہے وہ حواس خمسہ کی کاملیت، قوت تخلیق و خلق اور شعور کی رفعت کے سبب پایا جاتا ہے اور اس شعور کا متبادل انسان مصنوع ذہانت یا آرٹیفیشل انٹیلی جنس کی صورت میں پیش کرنے میں مگن ہے۔

اس فکر کی رو سے فطرت نے اسے کچھ فطری حقوق سے نوازا ہے جسے مغربی تقلیدی سرسیدی نیچریا ہندی ادب کی سرشتی سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ یہ فطری حقوق کچھ یوں ہیں کہ زندگی گزارنے کا حق، آزادی نقل و حرکت، حق ملکیت، حق اجتماع، حق آزادی اظہار، کسب معاش قطع نظر حرام و حلال، جنسی تعلقات قطع نظر نکاح وعدم نکاح، حق مذہب، وحق انکار مذہب، مساوات کی تسلیمیت وغیرہ وغیرہ۔ ان کی رو سے دنیاوی سزا و جزا کا تعلق ریاست و انسانی اداروں سے متعلق ہوتا ہے، نا کہ اس کا تعین کسی روز جزا و آخرت کے عقیدہ پر متعین کیا جائیگا۔ کیونکہ مغرب کی کل مابعد الطبیعاتی فکر کا حاصل اور وصول یہ اصول و اعتقاد ہے کہ خارج میں جو معروضاتی طور پر وجودات موجود ملتے ہیں یہ اصل میں قدیم دور سے چلے آرہے ہیں جن کی ابتدا قیاساً و تخمیناً بگ بینگ نما نظریات میں پیش کردہ نقطہ نظر کے عین مطابق محسوس ہوتی ہے، جو بھی زندگی اور ان کے نتایج ممکن ہیں وہ اسی دنیا اور اس سے وابستہ حیات سے ممکن ہیں، کسی مابعد الطبیعاتی اخروی حیات اور موت کے بعد کے جزا و سزا کا وجود سائینسی و منطقی طور وقوع پذیر ہونا عقل و شعور سے باہر ہے۔

جبکہ دین اسلام کے بیان کردہ اصول دین جو ایمانیاتی دیوار کھڑی کرتے ہیں وہ توحید کا اقرار شرک کی نفی پر استوار ہے باقی سب عقاید درحقیقت اس کی شاخیں ہیں جیسے، اچھی و بری تقدیر پر ایمان لانا، عقیدہ رسالت، عقیدہ ملایکہ، عقیدہ کتب سماویہ و وحییہ اور عقیدہ آخرت، اعمال کی جزا و سزا، اور جنت و دوزخ پر مبنی دینی اصولی بنیادوں کو دین اسلام کے بنیادی اصول کے طور پر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ قران ہمیں بتاتا ہے کہ انسان دنیا میں اس کی خلق کردہ مخلوق ہے اور انسانوں میں اللہ کے سفر او خلفا پائے جاتے ہیں۔ ہر نبی دنیا میں اپنے زمانے اور دایرہ تبلیغ کے علاقے میں اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ ان خلفا میں ملوک بھی پائے جاتے ہیں جیسے سلیمانؑ اور طالوت وغیرہ اس قسم کو نبی الملوک کہتے ہیں جبکہ جن نبیوں پر رسالت و شریعت اتری تھی، اور جن کو انسانوں کے بڑے گروہ پر قیادت و سیادت حاصل ہوئی تھی انہیں رسول الملوک کہتے ہیں۔ جیسے موسیٰؑ، داودؑ اور نبی اکرم ﷺ یہ خلافتِ نبوۃ و رسالت ہے اور جو ان کی منہج پر چلے وہ خلفا خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ پر کاربند ہوتے ہیں۔ جیسے خلفا راشدینؓ، معاویہؓ و عمر بن عبد العزیزؒ وغیرہ۔

ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ نے اپنے آخری اجتماع عظیم علی مقام مکہ میں دین اسلام کے اصول و فروع کا جو خاکہ کھینچا اسے تاریخِ اسلام میں ہم خطبہ حجتہ الوداع کے نام سے یاد کرتے ہیں۔یہ خطبہ کہنے کو احادیث کے مجموعہ جات میں کتاب الحج میں ٹکڑوں میں ملتا ہے، جس کو کچھ لوگوں نے جب جمع کیا تو یہ اندازہ پانچ صفحوں کے اریب قریب بنتا ہے۔ہمیں اس ضمن میں ایک مسلسل خطبہ مولانا وحید الزماں صاحب کی شرح بخاری تیسر الباری میں میسر آیا تھا،اس خطبہ کو ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے بھی اپنے سیرت نبی پر کتب بلخصوص خطوط والے مجموعہ میں نقل کیا ہے۔یہی خطبہ، سیرت ابن ہشام، سیرت ابن اسحق،ابن سعد وطبری میں بھی پایا جاتا ہے۔

نبی اکرم کا یہ خطبہ فقہی و قانونی بنیادوں کا بھی ماخذ و شارح ہے،اور نبی اکرم ﷺ نے اسے اندازۃ پچاس ہزار [15] سے سوا لاکھ کے صحابہ کرام کے سامنے پیش کیا تھا۔یہ خطبہ حقوق اللہ و حقوق العباد کا مجموعہ کلام ہے۔اس میں صدیوں سے انسانی عظمت پر لگے گھن کو تار عنکبوت کی مانند فنی و قانونی طور پر تار تار کر دیا تھا،جاہلیت و وعصبیت کے بتوں کو توڑ ڈالا تھا،نسل پرستی کا قلع قمع کر دیا تھا،انسانی فطرت کو رومانیت سے نکال حقیقت کے قریب لے آیا تھا یہ ایک کامل معاہدہ عمرانی کی تکمیل و تشکیل تھی،جس نے سابقہ مجوزہ میثاق مدینہ کی جگہ لے کر انسانی حقوق کے دایرہ کار کو کل عرب تک وسعت دے دی تھی۔اور عرب سے شرک،کفر،بدعات و خرافات کا خاتمہ کرنے کے ساتھ ساتھ قرار دے دیا تھا کہ مکہ و مدینہ مسلمانوں کے حرم ہیں اور اب آیندہ کبھی کوئی کافر کعبہ کا حج نہیں کر پائے گا اور نا ہی ملت اسلامیہ کے علاوہ جزیرہ العرب میں کوئی دوسرا گروہ قبول کیا جایگا۔

اس نے انسانی جان،مال،عزت،وقار، کے تحفظ کی بات کی اس خطبہ نے مال و داولت کی برتری پر تقوی کی برتری قایم کی، آقا و غلام کی جہاں حدود و قیود واضح کیں تو وہیں دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق واضح کر دئے،غلاموں کی حکمرانی اور صاحب تقوی کی حکمرانی کا جواز تسلیم کیا،عورتوں کے حقوق کی وضاحت کی ان کے ساتھ زیادتی کا قلع قمع کرنے کی کوشش کی۔

خطبہ حجتہ الوداع کا خلاصہ:

جابر بن عبد اللہؓ سے یہ خطبہ نسبتاً تفصیل سے مسند احمد میں روایت کی گیا ہے جو مختلیف احادیث میں پھیلا اور بکھرا نظر آتا ہے۔کچھ روایات عایشہؓ اور دیگر صحابہ کرام سے روایت کردہ ہیں، جہاں تک روایت عایشہؓ کا تعلق ہے تو کتبِ حج میں جو روایتیں ان سے مروی ہیں وہ قربانی،حج کے مراسم اور عورتوں کے مسایل سے متعلقہ ہیں۔جابرؓ والی روایت میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے (حج) کا طریقہ سیکھ لو کیونکہ میں نہیں جانتا ہوں کہ شاید میں اس حج کے بعد آیندہ حج کر سکوں گا۔ [16]

امانتوں،سود،اور خون خرابہ کے متعلق احکامات:

جاہلیت کی رسومات کی بابت آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:اس کے تمام دستور میرے پاوں تلے روندے جاتے ہیں [17]۔انسانی خون کے تقدس کے ضمن میں فرمایا کہ:تمام قدیم خونوں کے انتقام آج سے کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں۔معاشی دایرہ کار میں سود کے سبب ہونے

والے استحصال کے ضمن میں تمام قسم کے سود باطل قرار دیئے جاتے ہیں۔[18] امانت میں خیانت کا دروازہ بند کرنے کے لئے ارشاد فرمایا کہ: اگر کسی کے پاس امانتیں موجود ہوں تو ان کو ان کے اصل مالکوں تک پہنچا دے۔[19]

عربوں کی غالب عصبیت کی نگاہ میں انسانی جان ان کے خود ساختہ قایم کردہ عزت ووقار کے فرسودہ اصولوں کے سبب کوئی قیمت نہیں رکھتی تھی، مگر اسی جان کے بدلے وہ عزت کے خاطر غیر مختتم قتل کرتے جاتے تھے۔ جبھی اس ضمن میں آپ ﷺ نے ارشاد رمایا کہ: تمہارا خون اور تمہارے مال تا قیامت ایک دوسرے کے لئے حرام قرار دیئے جاتے ہیں۔ یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہیں۔[20]

عورتوں کی بابت نصیحت:

دور قدیم کی مہذب و شہری دنیا بلخصوص عربوں کے موجود بدوی نظام میں عورتوں کو بنیادی حقوق حاصل نہیں تھے ان کی بدترین حالت کے اختتام کے لئے ارشاد فرمایا تھا کہ: "اے لوگوں! اپنی عورتوں کی بابت اللہ سے ڈرا، تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم حق ہے"۔[21]

غلاموں کی بابت نصیحت:

محرومی و مظلومی کا شکار جانوروں سے بدتر زندگی کے حامل غلاموں کی بابت فرمایا تھا کہ: "اپنے غلاموں سے اچھا سلوک کرو، جو خود کھاو وہی ان کو بھی کھلاو، جو خود پہنو وہی ان کو بھی پہناو"۔[22]

اسلام میں نسل، زبان، خوبصورتی، رتبہ اور دولت کو نہیں بلکہ تقوی کو فضلیت حاصل ہے:

تخلیقی مساوات مساوات ظاہر کرنے کے لئے ،رنگ، نسل ،خطہ، ذات، پات، اور لسانیت کی حدود و بحث سے ماورا ہو کر، انسانی عالمگیریت کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ: "اے لوگوں! بے شک تم سب کا رب ایک ہی ہے۔ اور تمہارا ایک ہی باپ بھی ہے۔ سن لو کہ عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر، گورے کو کالے پر، آقا کو غلام پر، غلام کو آقا پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک صاحب تقوی سب سے بڑھ کر ہے۔[23]

اجداد پرستی کی ممانعت اور شریعت کی بالادستی کے لئے امیر کی اطاعت کا حکم:

نبی رحمت ﷺ نے مالی و نسلی اشرافیہ کی اجارہ داری اور حکمرانی کے اصول کو ختم کرنے کے لئے عندیہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ: اگر تم پر انگور کے دانے جیسے چھوٹے سر اور ناک کٹے حبشی کا تقرر کیا جائے اور وہ تمہیں شریعت کے مطابق چلائے تو اس کی بھی اطاعت کرو۔ اللہ نے تم سے جاہلیت کی جہالت اور آباواجداد پر فخر کو مٹادیا ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے تخلیق ہوئے تھے[24]

ملت اسلامیہ کے مکلف مسلمین کے باہمی حقوق:

نبی خدا ﷺ نے مسلم امت کو ایک برادری اور ملت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔[25] اور تم سب پر اپنے بھائی کا مال حرام ہے بجز اس کے وہ خود خوشی سے تم کو دے۔[26]

خواتین کے حقوق اور زوجین کی بابت احکامات:

میاں بیوی کے حقوق میں تحدید و توازن پیدا کرنے کے لئے فرمایا تھا کہ: اپنی عورتوں سے زیادتی مت کرنا، ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، اللہ کے کلمہ (نکاح) کے ذریعہ تم نے ان کی ناموس کو اپنے لئے جایز کیا ہے تمہارا حق بھی ان عورتوں کے ذمہ ہے۔ وہ حق یہ ہے کہ تمہارے علاوہ کوئی تمہارے بستروں پر نہیں آیئے، جس شخص کو تم ناپسند کرو تو وہ تمہاری غیر موجودگی میں تمہاری مرضی کے بغیر آنے نا پائے، ہاں اگر تم کو ان کی چال چلن سے خطرہ محسوس ہو تو انہیں سمجھاو، پھر باز نہ آئیں تو اپنے بستر الگ کر لو، پھر بھی نا مانیں تو انہیں ایسی سزا دو کہ ان کے جسم پر نشان نا آپائے، یاد رکھو کہ ان کی (ضروریات) خوراک، اور پوشاک تمہارے ذمہ ہے، مناسب طریقے سے عورتیں مردوں کا مال ان کی اجازت کے بغیر نا دیتی پائے جائیں۔ خواتین اپنی عصمتوں کی حفاظت کریں، غیر مردوں اور نا محرموں سے نا ملیں، اگر اس کے خلاف کریں انہیں بس معمولی جسمانی سزا دو، اور جب وہ باز آجایئں تو انہیں اچھی طرح کھلاو پلاو۔ اپنی عورتوں سے عمدہ سلوک کرو، چونکہ وہ تمہاری پابند ہیں لہذا اللہ کے خاطر ان کا خیال رکھو[27]

وارثوں کے لئے وصیت کی ممانعت:

اللہ رب العالمین نے ہر حقدار کا حقِ وراثت مقرر کر دیا ہے، اب وراثت کے لئے کوئی کسی وارث کے حق میں وصیت نا کرے۔[28]

جس کی عورت سے اسکے بستر پر بچہ پیدا ہو گا وہ اسی کا مانا جیگا اور جو زنا کرے گا وہ سنگسار کیا جایگا:

بچہ اس ہی کی طرف منسوب ہو گا جس کے بستر پر وہ پیدا ہوا ہو گا، زناکار کے لئے صرف پتھر مقدر رہے۔[29]

جو کوئی اپنے باپ کے سوا کسی اور کو باپ مانے اور جو غلام اپنے آقا کے سوا کسی اور کو آقا مانے اس پر لعنت:

جو کوئی اپنے باپ کے سوا کسی اور سے نسب جوڑے اور جو بھی غلام اپنے آقا کے مقابل کسی اور کو اپنا آقا قرار دے اس پر لعنت ہے۔[30]

مالی حقوق کا تعین:

اپنے قرضوں کو ادا کرو عاریتاً لی ہوئی چیزیں واپس کرو جو کسی کی ضمانت لے وہ (عدم تکمیل پر) تاوان ادا کرے۔[31]

قران وسنت ہی شریعت کے ماخذات ہیں ان کی پیروی کا حکم اور تعلیمات آگے پہنچانے کی ہدایت:

قران حکیم کو ماخذِ شریعت قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ-میں تم میں ایک چیز چھوڑے جارہاہوں اگر اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔یعنی کتاب اللہ۔[32]

سنت نبوی ﷺ کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: میں تم میں دو مضبوط چیزیں چھوڑے جارہاہوں ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ اول قران دویم میری سنت۔[33] جو یہاں موجود نہیں ہیں وہ میری بات آگے پہنچادیں کیوں کہ ہو سکتا ہے جسے بات پہنچے وہ بات زیادہ سمجھنے والا اور محفوظ کرنے والا ہو۔[34]

خون کی حرمت، امانتوں کی حفاظت، اور جرائم کی ذمہ داری کی بابت احکامات:

میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر گمراہ نا ہونا، تم کو اللہ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا اور تمہارے جرائم کی اس کے جوابدہی ہو گی۔ [35] امانتوں میں خیانت سے پرہیز کرو انہیں ان کے مالکوں کو پہنچادو۔ [36] ہر فرد اپنے جرم کا بوجھ خود اٹھائے گا باپ بیٹے بدلے اور بیٹا باپ کی جگہ جرم کی سزا نہیں پائے گا۔ [37] دین میں غلو اور مبالغہ سے بچو تم سے سابقہ اقوام اسی سبب تباہ ہو گئی تھیں۔

انسانوں پر اللہ کے حقوق:

حقوق اللہ کے ضمن میں ارشاد کیا تھا کہ: اے لوگوں! اللہ سے ڈرو، وہی تمہارا رب ہے، صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرو، اپنے اموال کی زکواۃ ادا کرو، پانچوں وقتوں کی نمازیں ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے رب کے گھر کا حج کرو، اپنے امرا (خلفا اور امرا حکومت) کی اطاعت کرو، اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاو۔ [38]

مسلمان بھائی کی فلاح کا حکم:

مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں وہ جس چیز کو اپنے لئے اچھا سمجھے تو اپنے بھائی کے لئے بھی اسے درست و جایز رکھے۔ [39]

باہمی قتال اور گمراہی کی بابت ممانعت:

لوگوں یاد رکھو تمہیں بھی کبھی اپنے رب سے ملنا ہے وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت تمہارا رب پوچھے گا، میرے بعد گمراہ مت ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردنیں مارتے مت پھرنا [40]

ختم نبوت اور ختم ملت کی بابت پیش گوئی:

اے لوگوں میرے بعد نا تو کوئی دوسرا نبی آئیگا اور ناہی تمہارے بعد کوئی نئی امت آئیگی [41]

کیا میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔مجمع سے جواب آتا ہے جی رسول اللہ آپ ﷺ نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ [42]

گواہ رہنا میں نے تم تک آج اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ [43]

اس کے ساتھ سورہ مایدہ کی آیت تین نازل ہوئیں جس میں اللہ نے واضح کر دیا کہ اس نے صرف دین اسلام کو کل عالم کے لئے سرچشمہ ہدایت تسلیم کیا ہے اور پسند فرمایا ہے اور اس دین کی تکمیل کر دی ہے۔ اور اللہ دین اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول کرنے کے لئے راضی نہیں ہے۔ اس آیت مبارکہ میں صاف ان اہل بدعات کا بھی رد ہے جنھونے قرون اولی میں موجود اسلامی اساس میں مابعد اضافہ اور تندیلیاں روا رکھیں اور دینِ اسلام میں نئی نئی خرافات و تبدیلیاں پیدا کر کے اسے، اقوام غیر جیسا بنا دیا اور موجودہ عصر کے ان جدت پسندوں کا بھی رد ہے جو اسلام کے ماسوا دیگر ادیان کی راہ سے بھی لوگوں کو دینی طور پر کامیاب و کامران تسلیم کرتے ہیں۔ اور انہیں جنت کا پروانہ عطا کرتے دکھتے ہیں۔ اس خطبہ کو نقل و روایت میں ناچیز نے بنیادی و ثانوی دونوں طرح کے حوالہ جات پیش کر دئے ہیں تاکہ جس کو جو بھی اساس و ماخذ میسر ہو اس سے ان کی تحقیق و موجودگی کو معلوم کر کے اطمینان قلب حاصل کر لے۔

اختتامیہ:

ہم دیکھتے ہیں کہ عصر حاضر میں بھلے انقلابی منشور اور سیاسی اعلانات چاہے میگنا کارٹا ہو یا پھر ۱۷۷۶ کا امریکی اعلان آزادی ہو یا پھر ۱۷۸۹ کا انقلاب فرانس کے نعرے مساوات، حریت اور برادری ہوں یا اقوام متحدہ کا ۱۹۴۸ کا حقوقِ انسانی کا اعلامیہ ہو ان میں سے کسی کو بھی وحی کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ جب کہ ان کے برخلاف مابعد الطبیاتی بنیادوں کے علاوہ بھی دیکھا جائے تو عظمت، احتیاط، تعظیم و اخلاقیات کے حساب سے جو شرف و تعظیم خطبہ حجتہ الوداع کو حاصل ہے وہ ان مذکورہ بالا انقلابات، سانحات، وقوعات اور اصولوں کو حاصل نہیں ہے۔ یہ سب اعلانات و نعرے علاقائی نوعیت کے حامل تھے جن میں مغربی الحادی فکر کار فرما تھی۔ جبکہ حجتہ الوداع اول احادیث نبوی سے تعلق رکھتا ہے اور احادیث نبوی ﷺ اگر صحیح سند و متن سے مرفوع ثابت ہو جایں تو وہ وحی غیر متلو کی قسم سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسرا اس خطبہ کے آخر میں نبی اکرم ﷺ نے صاف صراحت فرمادی ہے کہ یہ خطبہ جن تعلیمات پر مبنی ہے اس کا حکم اللہ نے دیا تھا جس پر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو گواہ بناتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ گواہ رہنا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ لہذا یہ خطبہ مسلمانوں کے لئے احکام وشرہ کے اریب قریب کی شہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں اصول و فروع کو ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اصل میں اس میں حقوقَ اشرف المخلوقات یا پھر ان کے باہمی معاملات و تعلقات کے اصول مقرر کئے گیے ہیں۔ یہ ایک میزان اور معیار کا درجہ رکھتا ہے اس سے مسلمان اندازہ قایم کرسکتے ہیں کہ وہ حقوق کے معاملات میں کس قدر سچے اور کھرے واقع ہوئے ہیں۔ اس کے مقابل انسانیت کا فلسفہ فکر رب سے انسان کی آزادی کا مظہر ہے۔ اس میں انسان کو معیار حق و باطل بنا کر ریاستیں جبر پر اتر آئی ہیں اور اس کے منکروں کا خون مباح و جایز گردانے لگی ہیں۔ اس انسانی حقوق کے اعلامیہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا یہ شریعت و دین کے انکار کو آزادی اظہار رائے اور آزادی تبدیلی دین تک جا پہنچاتا ہے۔ یہ اعلامیہ خطبہ حجتہ الوداع کا بھی انکار ہے اور قران و سنت کی نفی بھی اس سے کوٹ کوٹ کر ابھرتی نظر آتی ہے۔

اختتامی حوالہ جات:

1 جامعی خالد، سید اور ہاشمی، عمر حمید۔ عالم اسلام میں جدیدیت اور روایت کی کشمکش: ۔شعبہ تصنیف و تالیف ۔جامعہ کراچی۔:۲۰۰۴ جریدہ: شمارہ:۲۹:۔ صہ:۱۵۱،۱۵۰

2 ایضاً

3 https://www.departments.bucknell.edu/biology/resources/msw3/browse.asp?s=y&id=12100794

4 https://daleel.pk/9615

5 ایضاً

https://www.banuri.edu.pk/readquestion/muhammad-abdullah-nam-rakhny-ka-hukm-6
144307101243/16-02-2022

7 المومنون:۱۲۔

8 الحجرات:۱۳۔

9 الفرقان:۵۴۔

10 الذاریات:۵۶۔

11 مریم:۳۰۔

12 الجن:۱۹۔

13 البقرہ:۲۰۷

14 النصر:۱۔۔۳۔

15 امام شافعی کے مطابق مدنی صحابہ کرام کی تعداد تیس ہزار تھی اور بادیہ نشینوں کی تعداد بھی تیس ہزار تھی۔ جبکہ امام ابوزرعہ کے نزدیک یہ تعداد لاکھ کے قریب تھی اب یہ تحقیق کی محتاج ہے کہ خطبہ میں کتنے صحابہ موجود تھے۔ واللہ العلم

16 احمد:۱۴۴۳۲۔(صحیح)۔۔ابوداود:۱۹۷۰۔

17 ابن ہشام، عبد الملک۔ سیرت ابن ہشام۔ مکتبہ رحمانیہ۔ لاہور۔ ج:۲ صہ:۲۹۷۔

18 وحید الزماں، علامہ۔ تیسر الباری شرح صحیح البخاری۔ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ کراچی۔ ج:۶: صہ:۳۔۔ ابن ہشام: ایضاً: صہ:۴۹۷۔۔۔ مسلم:۱۲۱۸۔

19 حمید اللہ، ڈاکٹر۔ رسول اکرم کی سیاسی زندگی۔ دارالاشاعت، کراچی۔ ۲۰۰۳۔ صہ:۳۴۰۔۔ ابن ہشام: ایضاً۔

20صہ:۲۔۔ حمید اللہ: محولہ بالا: صہ:۳۳۹۔۔ ابن ہشام: ایضاً۔۔ بخاری:۶۷۔ تیسر الباری: محولہ بالا:

21 علی محمد شاہین۔ پروفیسر۔ مکتبہ فریدی۔ کراچی۔ ۱۹۹۵۔ صہ:۱۷۰۔۔۔ حمید اللہ: محولہ بالا: صہ:۳۴۱۔۔۔ تیسر الباری۔ محولہ بالا: صہ:۴، ۳۔۔ ابن ہشام: ایضاً: صہ:۴۹۸۔۔۔ مسلم:۱۲۱۸۔۔

22 تیسر الباری: ایضاً: صہ:۳۔۔۔ شاہین۔ ایضاً: صہ:۱۷۰۔

23۔۔ احمد: عدد:۲۳۵۵۰۔۔۔ تیسر الباری: ایضاً: صہ:۲، ۱۔۔ شاہین: ایضاً: صہ:۱۷۰۔۔ حمید اللہ: صہ:۳۴۱۔

24۔ علی محمد شاہین، پروفیسر۔ محولہ بالا: صہ:۱۷۱: بحوالہ: ابوداود۔ ابن سعد، محمد۔۔ الطبقات الکبریٰ: عبد اللہ اکیڈمی۔ لاہور: ج:۱: صہ:۳۲۵۔۔۔ مسلم: عدد:۴۲۷۶، ۱۸۳۷۔

25 تیسر الباری: محولہ بالا: صہ:۲۔۔ شاہین: ایضاً: صہ:۱۷۱۔۔۔ ابن ہشام: صہ:۴۹۷۔

26 حمید اللہ: محولہ بالا: صہ:۳۴۱۔۔۔ تیسر الباری: محولہ بالا: صہ:۳۔۔۔ ابن ہشام: ج:۲: صہ:۴۹۸۔۔

27 ہیکل، محمد حسین۔ حیاۃِ محمد۔ الفیصل ناشران و تاجران کتب۔ لاہور۔ تاریخ ندارد۔ صہ:۵۴۴۔۔۔ تیسر الباری:۴،۳۔۔ حمید اللہ: صہ:۳۴۱۔۔۔ شاہین: صہ:۱۷۱۔۔۔۔ مسلم:۱۲۱۸۔۔

28 ۱۷۲۔۔۔ ابن ہشام: ج:۲: صہ:۴۹۹۔۔۔ ابن سعد: ج:۱: صہ:۳۲۴۔ تیسر الباری: صہ:۳۔۔ حمید اللہ:۳۴۲ صہ:۔۔ شاہین: صہ:

29 تیسر الباری: صہ:۳۔۔ شاہین: صہ:۱۷۲۔ حمید اللہ: صہ:۳۴۲۔۔۔ ابن ہشام: ایضاً۔۔۔ ابن سعد: ایضاً۔۔۔

30۔ تیسر الباری: صہ:۲۔۔۔ شاہین: صہ:۱۷۲۔۔ حمید اللہ: صہ:۳۴۲۔۔۔ ابن ہشام: ایضاً۔۔۔ ابن سعد: ایضاً۔

31 تیسر الباری: صہ:۳۔۔۔ شاہیں: صہ:۱۷۲۔۔۔ بحوالہ: ابن ماجہ: باب الوصایا۔

32 صحیح مسلم: عن: جابر بن عبد اللہ:۲۱۳۷۔

33 مستدرک حاکم: عدد:۳۱۸۔۔۔ ابن ہشام:۴۹۸۔۔۔ مسلم:۱۲۱۸۔۔ موطا امام مالک: رقم:۱۵۹۴۔۔۔ مشکواۃ۔۔ الخطیب البغدادی، الفقیہ والمتفقہ: ج:۱: صہ:۲۷۵۔ عدد:۲۷۶۔۔

34 تیسر الباری: محولہ بالا: صہ:۵۔۔۔ بخاری:۶۷، ۵۵۵۰۔۔

35 تیسر الباری: صہ:۳۔۔۔ شاہین: صہ:۱۷۲۔۔۔ حافظ ابن حجر عسقلانی۔ فتح الباری شرح بخاری۔ بیروت۔ تاریخ نداد: ج:۳: صہ:۴۵۹۔

36 تیسر الباری: صہ:۲۔۔ شاہین: صہ:۱۶۹۔۔۔ ابن ہشام: ج:۲: صہ:۴۹۸۔۔

37 تیسر الباری: صہ:۴۔۔۔ شاہین: صہ:۱۷۲۔۔۔ ابن ماجہ: باب خطبہ النحر۔۔۔ ترمذی:۳۰۸۷۔۔

38 ترمذی:۶۱۶۔۔۔ احمد:۲۲۲۲۳

39 ترمذی؛ کتاب التفسیر:۳۰۸۷۔

40 بخاری:۴۴۰۶۔

41 طبرانی کبیر: حسن لذاۃ:۷۵۳۵، ۷۶۱۷۔

42 بخاری:۷۴۴۷، ۵۵۵۔۔۔ احمد:۲۰۵۲۲۔

43 تیسر الباری: صہ:۴۔۔ شاہین: صہ:۱۷۲۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.